فقیہ اعظم مفتی محمد نور اللہ بصیر پوری

نور احمد شاہتاز

۴۔اپریل ۲۰۰۵ کو ہجویر نگری لاہور میں فقہ اسلامی کے حوالہ سے ایک کانفرنس بعنوان فقیہ اعظم کانفرنس منعقد ہوئی۔ کانفرنس کا اہتمام بزم غلامان فقیہ اعظم دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور نے کیا تھا۔ فقیہ اعظم علامہ مفتی محمد نور اللہ بصیر پوری نور اللہ مرقدہ کے جانشین جناب مفتی صاحبزادہ محمد محب اللہ نوری اس کانفرنس کے صدر نشین تھے۔ الحمرا آرٹ کونسل کے ہال نمبر ا میں کانفرنس کا اہتمام تھا۔ مجلہ فقہ اسلامی کے موسس و مدیر اعزازی پروفیسر ڈاکٹر نور احمد شاہتاز صاحب نے اس کانفرنس میں ایک مقالہ پیش کیا جو قارئین کی دلچسپی کے لئے پیش خدمت ہے۔ (مجلس ادارت)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم و بہ نستعین

صاحبان علم و فقہ، حضرات علماءِ کرام

آج کی یہ فقیہ اعظم کانفرس ایک ایسے وقت میں منعقد ہو رہی ہے جب تدبر فی القرآن والسنۃ ......اور تفقہ فی الدین کی ضرورت ...... ہر لحاظ سے، ازمنہء ماضیہ سے کہیں زیادہ ہے۔

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے براہ راست فیض پانے والے حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے شہر لاہور میں...... فقیہ اعظم کانفرنس کا انعقاد ایسے وقت میں ...... جب اس شہر کو سمجھ بوجھ اور بصیرت سے عاری کرنے کے لئے ...... عالمی بھکاری...... سرگرم عمل ہیں ......اور مانگے تانگے کی دولت سے...... اس شہر کی خواتین کے سر سے دوپٹے اتروانے ......اور انہیں مردوں کی عقلوں پر ڈالنے کا...... ابلیسی فریضہ انجام دینے میں ہمہ تن مصروف ہیں۔...... ایسے میں...... اس شہر میں نور بصیرت عام کرنے کی تدبیر...... اور نور اللہ البصیر ...... کی ضیاپاشیوں کی تقریب ...... نہایت بروقت اور

☆ امام محمد بن ادریس شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا سن ولادت ۱۵۰ ہجری اور سن وفات ۲۰۴ ہجری ہے

مبارک اقدام ہے۔

حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ ایسی بزرگ ہستی تھے جو لومۃ لائم کی پرواہ کئے بغیر...... احکامات دین کی تشریح وتعبیر...... بلا لحاظ مناصب ...... بلا خوفِ بلابل ، ...... اور بلا رغبتِ سیم وزر...... فرماتے تھے۔ یہ اوصاف ان میں اس لئے تھے کہ وہ اللہ کے جوانوں میں سے ایسے جواں مرد تھے جن کے بارے ایک مرد قلندر نے کہا ہے:

آئین جواں مرداں حق گوئی بے باکی   اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

جی ہاں وہ ایک جوان تھے، .... جبان نہیں تھے۔ .... وہ فقہ وفتاوی کے معاملہ میں اس لئے بے دھڑک تھے کہ اس کارِ خیر کے سلسلہ میں وہ اللہ سے اجر کے متمنی تھے، .... اللہ کے باغیوں سے مناصب کے طلبگار نہیں تھے۔

ان کے فتاوی میں ان کا قلم طاغوت کے سر قلم کرتا اس لئے نظر آتا ہے کہ انہوں نے کبھی کسی طاغوتی طاقت کا طوق اپنے گلے میں ڈالنے کی بجائے ، ہمیشہ قدوسی و جبروتی تمغے اپنے سینے پہ سجائے .... اور وہ کبھی کسی ہاروت وماروت سے جادوئے زرکش سیکھنے نہیں گئے۔ بلکہ سحر زلف مصطفیٰ کے اسیر ہوکر ...... ناموس مصطفیٰ کی حفاظت وتحفظ کی خاطر ...... اپنی جمع پونجی بھی بارہا ...... غلامان مصطفیٰ کے قدموں پہ نچھاور کردی۔

انہوں نے کبھی کسی ساہوکار سے ذاتی خرچ کی مد میں لکھوکھ وصول نہیں کئے بلکہ تاجدار اغنیاء واصفیاءؒ کے عطا کردہ عشق ومحبت کے صکوک پر گزر بسر کی۔

آج بہت لوگ نمازیں پڑھتے پڑھاتے اور، اپنی پیشانیوں پر محراب بناتے ہیں، مگران کے سجدے اوروں کو تو کیا خود انہی کو فواحش ومنکرات سے امن نہیں دے پاتے، اس لئے کہ ...... **رب قارئی للقرآن والقرآن یلعنہ** کے مصداق ...... **رب مصلی یصلی والصلوۃ تلعنہ**۔ نمازوں میں اثر اس لئے نہیں کہ نمازوں میں خشوع نہیں رہا اور اکثر جھکنے والی پیشانیاں **ناصیات کاذبات** ہیں، شاعر مشرق نے انہی ناصیات کاذبات کے لئے کہا تھا :

میں جو سر بسجدہ ہوا کبھی تو زمیں سے آنے لگی صدا
تیرا دل تو ہے صنم آشنا تجھے کیا ملے گا نماز میں

مگر.......حضرت فقیہ اعظم سجدہ ریز ہوتے تو چونکہ علم ان کا اوڑھنا بچھونا اور فقہ ان کے ماتھے کا جھومر تھا، اس لئے وہ سجدہ ریز ہوتے تو جبین فقہ وبصیرت زمین پہ جھک جاتی، اورغیب سے ندا آتی

ارفع راسک واسئل تعطی.........

حضرات محترم آج ہم.....جب فقیہ اعظم کی بات کرر ہے ہیں.....تو یہ حقیقت بھی ذہن نشین رہے کہ .....فقیہ وہ ہوتا ہے جو پانچ علوم کا جامع ہو،.....یعنی علم الکتاب کا (۲) علم السنۃ کا (۳) علماً سلف کے اقوال وآثار کا (۴) علوم عربیہ کا (۵) اور علم قیاس کا

فقیہ وہی ہے جو علامہء علوم پنجگانہ ہو۔.....جو بدعات ومنکرات اور کبائر سے مجتنب ہو،.....اور صغائر اس کی نگاہ میں صغائر نہ رہیں،..... اس لئے کہ صغائر پر اصرار.........مرتبہء ثقاہت سے گرادیتا ہے۔

پھر اسے کتاب اللہ کے حوالے سے یہ معلوم ہو کہ ناسخ ومنسوخ،..... مجمل ومفسر،...... خاص وعام،.....محکم ومتشابہ،.....کراہت وتحریم،.....اباحت واستحباب.........اور وجوب کی تفصیلات ومقتضیات کیا ہیں۔

سنت کے حوالے سے وہ جانتا ہو کہ احادیث صحیحہ وضیعفہ.....، مردودہ ومقبولہ،.....مسانید ومراسیل.....، کی تفصیلات وترتیبات کیا ہیں۔

عربی زبان کے محاورات اور ان کے استعمالات کا علم..... ایک فقیہ کے لئے اتنا ہی ضروری ہے .....جتنا کہ منطق میں کلیات وجزئیات،.....تصدیقات وتصورات.....صغری وکبری .....اور حد اوسط وغیرہ کی شناخت لازم ہے۔

صحابہ وتابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اقوال وآثار کے نتیجے میں جن احکام کی تصریح ہوتی ہے،..... اور فقہاء امت کے فتاوی سے جن معاملات کی تشریح ہوتی ہے..... ان سے کما حقہ واقفیت.....ایک فقیہ کے لئے ایسی ہی اہم ہے جیسی کہ..... ایک قانون دان کے لئے ماضی کے عدالتی فیصلوں.....اور بزبان قانون.....اہم نظائر یا Precidences سے واقفیت۔

فتاوی نوریہ رضویہ دیکھئے.....یا نوری کہکشاں کے ان زندہ وتابندہ ستاروں (حضرت کے تلامذہ) سے پوچھئے.........بحمدہ تعالی ہمارے ممدوح ومحترم قبلہ فقیہ اعظم ان تمام معیارات پر پورے اترتے نظر آتے ہیں۔ فتاوی نوریہ کی زبان خود بتاتی ہے کہ یہ کسی ایسے سراپا سے متعلق ہے..... جو

☆فرض وہ فعل ہے جسے کرنے کا حکم اللہ تعالی نے دیا ہو اور جسے جان بوجھ کر ترک کرنا سخت گناہ ہے☆

خاکی نہیں نوری تھا۔..... یا خلقا خاکی تھا مگر خلقا نوری تھا۔

فتاوی نویسی یا کارِ افتاء انفرادی اجتہاد یا شخصی اجتہاد کی ایک صورت ہے.....اور کسی مجتہد یا فقیہ میں جن شرائط کا پایا جانا ضروری ہے، فقہائے کرام اور علماءِ اصولیین نے انہیں بڑے شرح وبسط سے بیان کیا ہے.....اور اس دورِ انحطاط میں ان شرائط کا حامل فقیہ و مجتہدِ کامل......... چراغ لے کر ڈھونڈیئے تو بھی نہیں ملے گا......... ہاں البتہ کچھ بندگانِ خدا ایسے ضرور ہیں جن کا دم بہر حال غنیمت ہے......... ۔البتہ ماضی قریب میں ایسی شخصیات حضرت قبلہ فقیہ اعظم ،بصیر پوری ،......... حضرت قبلہ محدث اعظم لائل پوری.....اور ان سے قبل مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی.........اور مجددِ گولڑوی رحمہما اللہ کی صورت میں دیکھی جاسکتی ہیں۔

آج کے اس پرآشوب دور میں علوم وفنون کی جو کیفیت ہے وہ کسی پر مخفی نہیں؛..... بہار شریعت اور شرح صحیح مسلم کے مفتی عام ہیں .....اور کتب فقہ وفتاوی پر دسترس رکھنے والے خال خال.....مگر حیرت ہوتی ہے.....کہ جنہیں ٹی وی اور ٹیلیفون کتاب کھولنے کی فرصت نہیں دیتے وہ بھی فقیہ بلکہ فقیہ ملت وفقیہ امت کہلانے کے لئے بے چین و بے قرار نظر آتے ہیں۔

حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خصائص میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ نے کبھی اپنے لئے کسی بڑے لقب کی تمنا کی نہ کسی بڑے منصب کے لئے خود کو پیش کیا۔ وقت کے اجلہ علماء نے خود آپ کو فقیہ اعظم کے لقب سے ملقب فرمایا، مگر افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ آج بڑے بڑے القاب کی حرص وہوس اس قدر ہے کہ من ترا حاجی بگویم تو مرا حاجی بگو کے مصداق ، اگر میں آپ کو محدث اعظم مان لوں تو آپ بھی مجھے فقیہ امت تسلیم کرلیں گے، کی ریت چل پڑی ہے۔

حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شب وروز کا.....عباداتِ معروفہ کے علاوہ سارا وقت......... فقہی جزئیات کو سمجھنے سمجھانے اور خلقِ خدا کی فقہی ضروریات کو پورا کرنے میں صرف کیا ....یہی وجہ ہے کہ فقہی مسائل پر ان کی نظر بڑی گہری ہے۔ انہوں نے اپنے فتاوی میں تیسیر کے پہلو کو ہمیشہ غالب رکھا، ٹرین میں نماز پڑھنے کے حوالہ سے ان سے دریافت کیا گیا تو آپ نے برملا لکھا:

چلتی ریل گاڑی چلتی کشتی کے مشابہ ہے کہ دونوں کسی جانور کے کھینچنے سے نہیں بلکہ ہوا

وبھاپ کے ذریعہ سے چلتی ہیں اور کشتی باوجودیکہ پانی کے اوپر چلتی ہے اور زمین یا کسی ایسی ٹھوس چیز پر نہیں چلتی جس پر بلاواسطہ سجدہ یا قیام ہو سکے مگر پھر بھی اس میں نماز جائز ہے بحکم احادیث مرفوعہ وموقوفہ، مستدرک وسنن بیہقی ودارقطنی وغیرہا۔ پھر فرماتے ہیں کہ کشتی ....سوار کے لئے بمنزلہ زمین اور کمرے کے ہے اس کا چلنا مکان اور سوار کے تبدل کا موجب نہیں تو چلتی ریل بھی............سوار کے لئے منزلہ زمین اور کمرے کے ہوگی............۔اس فتوی کے سلسلہ میں حضرت فقیہ اعظم نے جن کتب کا حوالہ دیا وہ نہایت معتبر ہیں، یعنی فتاوی قاضی خان، فتح القدیر، تبیین الحقائق، بحرالرائق، فتاوی ہندیہ، تنویر الابصار، فتاوی شامی، بدائع الصنائع، المبسوط، الکفایہ، مجمع الانہر، سراجیہ، الدرالمنتقی، وغیرہ۔

حضرت فقیہ اعظم فقہ میں حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مقلد ہیں لیکن...... وہ مقلد محض نہیں ...... بلکہ مجتہد مقلد ہیں، ......امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا احترام اوران کی جلالت شان کے آپ اس قدر گرویدہ ہیں کہ فرماتے ہیں:

مسائل میں فتوی امام اعظم ہی کے قول پر دینا چاہئے..........، مگر جہاں کہیں شرعی ضرورت ہوتی آپ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی بجائے امام ابو یوسف وامام محمد رحمہما اللہ کے قول پر بھی فتوی دیتے تھے۔

آپ فقہ میں وسعت نظری کے قائل...... اور تنگ نظری سے کوسوں دور تھے، ...... چنانچہ جب لاؤڈ اسپیکر نیا نیا ایجاد ہوکر...... ہندوپاک میں پہنچا تو اس کے استعمال پر طول طویل بحثیں چل نکلیں اس کے عدمِ جواز پر لوگ دور کی کوڑی لائے کسی نے لکھا کہ اسپیکر سمندر پار کفار کا تیار کردہ ہے اور اسے کفار اپنے معابد ومجالس کفریہ میں استعمال کیا کرتے ہیں، لہذا یہ جائز الاستعمال نہیں۔

آپ نے فرمایا:: اسلام ایسی تنگ نظری اور چھوت چھات کا قائل نہیں اعلی حضرت امام اہل سنت رضی اللہ عنہ نے اپنے فتاوی میں اس مسئلہ کی بڑی وضاحت فرمائی ہے اور لکھا ہے کہ کسی شئی کا محل احتیاط سے دور یا کسی قوم کا بے احتیاط وشعور اور پروائے نجاست وحرمت سے مہجور ہونا اسے مستلزم نہیں کہ وہ شئی یا اس قوم کی استعمالی خواہ بنائی ہوئی چیزیں مطلقا ناپاک یا حرام وممنوع قرار پائیں ۔(ج۱ص ۴۵۴)

☆ لاثواب الا بالنیة ☆ ثواب کادارومدار نیت پر ہے ☆ (فقہی ضابطہ)

پھر ولکھتے ہیں کہ یہ اعتراض نہایت ہی حیرت افزا ہے، ہم یہ جانتے ہیں کہ ہر شئی کا خالق حقیقی اللہ تعالی ہے جس نے آیت **یخلق ما لا تعلمون** فرماتے ہوئے نئی نئی ایجادات کے مفید ومباح ہونے کی ہدایت کردی، جب تک کوئی خاص شرعی دلیل کسی خاص نو ایجاد چیز کو ناجائز نہ بنائے اس وقت تک ناجائز کہنا جائز نہیں۔اور صدہا آیات واحادیث سے یہ قاعدہ ثابت ہے کہ **الاصل فی الاشیاء الاباحة** (ج ۱ ص ۴۵۴)

لاؤڈ اسپیکر کے استعمال کے حوالہ سے آپ کی تحقیقات نہایت مدلل اور قابل مطالعہ ہیں۔

جدید مصنوعات کے استعمال کے حوالہ سے حضرت فقیہ اعظم کا نقطہ نظر بڑا واضح اور تیسیر کے اصول کے مطابق تھا، مگر حزم واحتیاط اس قدر کہ قرآن وسنت کی دلیل کو ہمیشہ مقدم رکھتے پھر اقوال فقہاء وفتاوی کو دلیل بناتے،

کسی نے گھڑی کے چین کے استعمال سے متعلق دریافت کیا تو فرمایا:

کہا جاتا ہے کہ دھات کے چین زیور اور زینت کا سامان ہیں لہذا ناجائز ہیں حالانکہ یہ کہنا بھی ظلم ہے۔ہمارا رب جل وعلا فرماتا ہے کہ **قل من حرم زينة الله التی اخرج لعباده** ،کوئی بھی چیز جس میں زیب وزینت ہو صرف زیب وزینت کی وجہ سے مردوں پر حرام نہیں ہوسکتی چین ہو یا گھڑی عینک ہو یا چھڑی ، مایا لگی دستار ہو یا اچکن ۔جن میں زیب وزینت پایا جاتا ہے سب جائز الاستعمال ہیں۔

اس سوال کے جواب میں کہ گھڑی کا چین دھات کا بنا ہوا ہے اور لوہے سے بنا ہوا ہے آپ نے لکھا:

اگر دھاتوں کا پہننا حرام ہوتا تو ان کی سب استعمالی چیزیں جو پہنی نہیں جاتیں حرام ہوتیں جیسے لاری، گاڑی، کرسی، صوفے، حقے، چمٹے وغیرہ سب چیزیں حرام ہوتیں۔

پھر آپ نے اپنی تائید میں حدیث مبارکہ سے ایک شرعی قاعدہ بیان فرمایا: کہ **الحلال ما احل الله فی کتابه والحرام ما حرم الله فی کتابه و ماسکت عنه فهو مما عفا عنه** ۔(ج ۱ ص ۵۲۰)

معاشرتی افراط وتفریط معاشرے کے ہر شعبہ پر اثر انداز ہوتی ہے، اور ایسے ہی تعصب

☆عام کی تخصیص نیت کے ساتھ دیانۃ مقبول ہوتی ہے نہ کہ قضاء☆

بھی دین و دنیا کو متاثر کرتا ہے، آج کے روشن خیال دور میں بھی بعض لوگ ابھی تک ٹوپی بغیر عمامہ، عمامہ بغیر ٹوپی، جیسے مسائل میں الجھے ہوئے ہیں، حضرت فقیہ اعظم کے سامنے یہ مسئلہ پیش ہوا تو آپ نے نہایت عمدہ انداز میں اس افراط وتفریط سے نکلنے کی راہ بتائی، آپ نے لکھا:

ائمہ کرام اور فقہاء عظام نے کسی کتاب میں یہ نہیں فرمایا کہ اکیلی ٹوپی یا اکیلا عمامہ پہن کر نماز مکروہ ہے۔ اور نہ ہی یہ فرمایا کہ نماز میں عمامہ بمع ٹوپی پہننا ضروری ہے۔ تو روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ حدیث رکانہ کا منشا وہ نہیں جو بعض لوگوں نے سمجھا ہے۔ اور یہ تاویل کہ عمامہ سے مراد ٹوپی پر عمامہ ہے محض غلط ہے۔

حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ مسلک امام اعظم ابوحنیفہ کے مطابق ایک متصلب سنی تھے، اکابر علماء اہل سنت سے آپ کو خاص نسبت تھی آپ کے اساتذہ میں حضرت علامہ ابوالبرکات سید احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت علامہ سید دیدار علی شاہ صاحب الوری رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر علماء کرام کے نام آتے ہیں جبکہ آپ کے مرشد و شیخ حضرت صدرالا فاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ فقہ و فتاوی میں آپ نے ہمیشہ اپنے اکابر کا تتبع کیا ہے، لیکن کسی تعصب کے پیش نظر نہیں بلکہ حق کو حق جان کر، یہی وجہ ہے کہ آپ فرقہ وارانہ تعصبات سے ہمیشہ دور ہے اور کبھی کسی فرقہ کے پیروکار یا عالم کی کسی بات کو محض اس لئے غلط نہیں کہا کہ اس کا تعلق فلاں فرقہ سے ہے۔ ایک فتوی کے جواب میں آپ نے لکھا:

کسی دیوبندی کی سچی بات محض اس لئے جھوٹی نہیں ہو سکتی کہ وہ دیوبندی کی بات ہے۔ (ج ا ص ۷۷)

حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے محض تقلیدی فتاوی جاری نہیں فرمائے اور نہ آپ محض ناقلِ اقوال و فتاوی تھے، جیسا کہ آج کل رواج ہے کہ بعض مفتیان کرام کی مفتیت محض دیگر فتاوی کی عبارات نقل کرنے سے عبارت ہے۔ حضرت فقیہ اعظم مفتی تھے مگر مجتہد مفتی، آپ نے اکابر علماء کے فتاوی بطور نظائر استعمال کئے مگر فتاوی اپنے اجتہاد سے صادر فرمائے۔

آج کل جدید طبقہ کے لوگ اجتہاد کی بہت بات کرتے ہیں اور خصوصا ہماری عصری درسگاہوں اور جامعات میں پرجوش نوجوان اساتذہ کو اجتہاد کا ہیضہ کچھ زیادہ ہی ہے ایسے ہی ایک

مجتہد نے ٹی وی کی موج میں آ کر یہ اجتہاد فرمایا کہ نیل پالش لگانا جائز اور بے پردہ رہنا خصوصا چہرے کو بے پردہ کرنا خواتین کے لئے نہایت ضروری ہے۔

آج کل یہ کہنے کی وبا عام ہے کہ......... اسلاف نے جو کچھ استنباط مسائل کیا تھا اور نہایت عرق ریزی سے جو اصول وضوابط فقہ کے مرتب کئے تھے وہ سب بے کار ہو چکے ہیں اور فقہ کی تدوین نو کی اشد ضرورت ہے۔ اور اس تدوین نو کے ایک پرچارک سے جب سوال کیا گیا کہ عورت کی امامت سے متعلق جناب کیا فرماتے ہیں تو انہوں نے کہا قرآن وسنت میں اس کی کہیں ممانعت نہیں۔ اگر امت نے اسے اب تک جاری نہیں کیا تو یہ ایک الگ بات ہے۔

نمازوں میں اختلاط مرد و زن کے حوالہ سے ایسے ہی ایک روشن خیال نام نہاد مجتہد سے پوچھا گیا تو اس نے کہا، آخر اس میں حرج ہی کیا ہے؟ اور نماز تو سب پر فرض ہے پھر اگر یہ فریضہ باجماعت مخلوط ادا کرلیا جائے تو کون سی قیامت آ جائے گی؟۔

جی ہاں کوئی قیامت نہیں آئے گی کیونکہ

خواہش جو یہ ہے کہ

محبوب بھی پہلو میں رہے تو بھی رہے خوش یارب کوئی ایسی ادا ہم کو عطا کر

حیف ہے مولانا شبلی نعمانی کے خاندان کی ایک دختر باعث ننگ ملت اسلامیہ ہو۔

آج جدت پسندی کے نام پر قوم کو بے وقوف بنا کر اغیار سے دادِ تحسین وصول کرنے کی جو روش چلی ہے اس میں بہنے کو ہر وہ شخص تیار ہے جسے روایت پسندی سے سروکار نہیں، لیکن یاد رکھنا چاہئے ہماری ایک تہذیب ہے، ہمارا ایک کلچر ہے، ہم روایتوں کے امین ہیں، ہمارے اسلاف نے جو روایات قائم کیں انہیں چند سکوں کے عوض دے ڈالنا **ولا تشتروا بآیاتی ثمنا قلیلا** کے فرمان کے بموجب اللہ کے غضب وعتاب کو دعوت دینا ہے۔ ہمارے اسلاف کی یہ خوبی رہی ہے کہ انہوں نے روایت کو برقرار رکھا اور جدیدیت کی ہر اس لہر کی پرزور مخالف ومذمت کی جو لادینیت کے طوفان سے اٹھی تھی۔

حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فتاوی تو دیئے جدید دور کے لوگوں کی ضرورت کے پیشِ نظر لیکن، ان فتاوی میں آپ نے اسلاف کی روایات کی پاسداری کا بھی حق ادا کر دیا اور

جدیدیت کو یہ کہنے کا موقع نہیں دیا کہ علماء قدامت پسند ہیں اور ان کے پاس جدید دور کے مسائل کا حل نہیں۔

جدید فقہی مسائل پر آپ نے اس وقت گفتگو کی جب ملک کے اکثر وبیشتر علماء خاموشی میں عافیت خیال کر رہے تھے، انتقال خون اور عطیہ خون کا مسئلہ پیش آیا تو آپ نے بروقت اس کے جواز کا فتوی دے کر اپنی علمی بصیرت کا ثبوت دیا، اور احادیث مبارکہ سے خون دینے اور بالخصوص جان بچانے کی ضرورت کے پیش نظر خون دینے اور مجاہدین فی سبیل اللہ کو خون کی ضرورت پڑنے پر خون دینے کو **تعاون علی البروالتقوی** قرار دیا۔

ہومیو پیتھک دواؤں میں الکوحل کی آمیزش کے حوالہ سے آپ نے عدیم النظیر تحقیق پیش کر کے ایسی دواؤں کا استعمال جائز قرار دیا جن میں قلب ماہیت سے حرمت مرتفع ہوجاتی ہے یا جن میں ایسا الکوحل استعمال ہوا ہو جو اصلاخمر کی تعریف میں نہیں آتا۔

کرنسی نوٹوں اور پراویڈنٹ فنڈ پر زکوۃ جیسے مسائل پر آپ کی تحقیقات نے سنیت کی لاج رکھی اور اہل سنت بھی فخر سے سربلند ہو کر کہنے کے قابل ہوئے کہ ان کے ہاں بھی جدید مسائل پر غور وخوض کرنے والے موجود ہیں۔

حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فتاوی میں صرف سائلین کے جوابات دینے پر ہی اکتفاء نہیں کیا بلکہ آپ نے ان سوالات کے جوابات کے ضمن میں بعض ایسے علمی نکات بیان کئے ہیں جو مستقبل کے مفتی کے لئے تشریح اصول کے اعتبار سے اسی طرح نہایت مفید ہیں جس طرح جج حضرات کی بیان کردہ آئین وقانون کی تشریحات وتعبیرات مستقبل کے ججوں کے لئے مشعل راہ ہوتی ہیں۔

چنانچہ حضرت فقیہ اعظم نے اپنے فتاوی میں اصول فقہ کی جو تعبیر وتشریح بیان فرمائی ہے وہ بلاشبہ فتوی نویسی میں ممد ومعاون ثابت ہو رہی ہے اور ہوتی رہے گی۔

سنت فقہ اسلامی کا دوسرا بڑا ماخذ ہے، آپ نے سنت سے استدلال کے اصولوں کی تشریح کے ضمن میں ایک فتوی میں لکھا کہ

حدیث دانی صرف اس کا نام نہیں کہ ایک روایت سے حدیث کو دیکھ کر کوئی حکم لگادیا

جائے بلکہ طرق مختلفہ پر نظر کر کے نتیجہ نکالنا لازم ہے۔ (ج ۴ ص ۶۴)

مستقبل کے مفتیان کرام کی تربیت ورہنمائی فرماتے ہوئے آپ لکھتے ہیں:

مفتی کو صرف کتب ظاہر الروایہ میں منقول احکام پر جامد نہیں ہونا چاہئے بلکہ اپنے زمانہ کے احوال و واقعات کے پیش نظر فتوی دینا چاہئے ورنہ لوگوں کے حقوق ضائع کرنے کا سبب بنے گا۔ (ج ۴/۷۴)

عرف کا اعتبار فقہ حنفی کی خاص خصوصیت ہے، چنانچہ عرف کے بارے میں حضرت فقیہ اعظم فرماتے ہیں،

آج عرفِ عام یہ ہے کہ رب المال اور مضارب دونوں شریک نفع ونقصان ہوتے ہیں تو فتوائے جواز چاہئے بلکہ لازم ولابدی ہے کہ جواز کا فتوی دیا جائے۔ (۴/۷۵)

عرف کے بارے میں اپنی رائے کو مدلل کرنے کے لئے آپ نے ردالمحتار کے حوالے سے لکھا ہے کہ **لیس للمفتی ولا القاضی ان یحکما بظاهر الروایة ویترکا العرف۔** (۴/۷۵)

عرف اور عادت کی مزید تائید کرتے ہوئے

فقہاء کے بیان کردہ اس اصول کہ **من لم یکن عالما باهل زمانه فهو جاهل** کی تشریح میں آپ نے لکھا:

جسے اپنے دور کے لوگوں کے عادات واطوار معلوم نہ ہوں تو وہ جاہل ہے۔ یعنی فتوی نہیں دے سکتا اور ہر زمانے اور ہر ملک کا عرف اپنا اپنا ہے، لہذا اسی کا اعتبار ہوگا۔ (۴/۷۸)

معاشیات گو علماء کا موضوع خاص نہیں مگر معاشی حوالہ سے پوچھے گئے سوالات پر بھی آپ نے قلم اٹھایا، چنانچہ جب بینک اور بنکاری کی مخالفت میں بعض علماء نے تمام حدود عبور کرلیں اور بنک کے ہر قسم کے لین دین کو حرام قرار دے دیا، حتی کہ بنک کی ملازمت اور ملازمین سے تعلق ورشتہ داری تک کو حرام کہا، تو آپ نے مضاربت کے اصول پر بنک کے کاروبار کو جائز لکھا، چنانچہ آج بہت سے بنک مضاربت کے طریقے پر بنکاری کررہے ہیں۔

☆ الیقین لا یزول بالشک ☆ یقین شک کی وجہ سے زائل نہیں ہوتا ☆ (فقہی ضابطہ)

بینکوں کے ہر قسم کے کاروبار کو حرام ٹھہرانے پر راقم کو حیرت ہے، کیونکہ اگر اپنے ملک کے تمام بینکوں کا کاروبار حرام، ان کی ملازمت حرام، ان کے ملازمین سے تعلق حرام ہو تو پھر اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جب تک ملکی معیشت اسلامی نہیں بنتی اس وقت تک اسلامی ممالک کے تمام بنک یا تو بند کردئے جائیں جو کہ کئی وجوہ سے ناممکن ہے، یا ان بنکوں کا کاروبار غیر مسلموں کے حوالہ کردیا جائے، جو کہ کسی صورت قابل قبول نہیں، یا غیر ملکی بنکوں پر اس وقت تک انحصار کریں جب تک اپنے بنک اسلامی نہیں بن جاتے، ظاہر ہے ایسا کوئی بھی فیصلہ وفتوی دانشمندانہ نہ ہوگا، حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اس صورتحال کے پیش نظر نہایت عمدہ بات کہی،

آپ نے فرمایا: پاکستانی بینکوں کے ہوتے ہوئے غیر مسلم بینکوں کی طرف میلان سے قومی اور ملکی وقار سخت مجروح ہوتا ہے۔(۴/۹۰)

وقت نے ثابت کردیا آپ کی رائے صائب تھی وہ مفتیان کرام جو بنکوں کے کاروبار اور بنکاروں کے رشتہ دار بننے کو حرام کہتے تھے آج خود کئی بنکوں کے مشیر اور کئی کے سرمایہ کار ہیں۔

عجب طرفہ تماشا ہے کہ لوگ فقہ یعنی سمجھ بوجھ اور بصیرت عطا کرنے والے مذہب کے بارے، میں یہ کہتے ہوئے ذرا عار محسوس نہیں کرتے کہ مذہب نئے ملینیم کے لوگوں کی ضروریات اور نئے دور کے تقاضوں کو پورا کرنے سے قاصر ہے۔ میں اس مفروضے کو کلی طور پر رد کرتے ہوئے کہتا ہوں کہ مذہب اسلام بحمدہ تعالی نہ صرف اس ملینیم بلکہ آئندہ بھی اگر کوئی ملینیم دنیا کو دیکھنا نصیب ہے تو اس کی ضرورت پوری کرنے کی بھرپور صلاحیت رکھتا ہے۔ اگر کسی دور کے مسلمان علمی اعتبار سے بانجھ ہوجائیں اور اپنے مسائل کا حل مذہب سے نہ حاصل کرپائیں تو اس میں قصور ان کی اپنی صلاحیتوں کا ہے نہ کہ مذہب کی عدم صلاحیت کا۔

اسلام تاقیامت انسانوں کی نہ صرف مذہبی بلکہ تمام تر تمدنی ضروریات کو پورا کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے، لیکن اگر ہمارا خیال یہ ہے کہ ہر آنے والے دور کی جہالت کو مذہب تہذیب وتمدن

کی سند دے کر اس کا خادم بن جائے تو یہ ناممکن ہے۔ کیونکہ مذہب خدا سے ہے اور خداوند کریم اپنے بندوں کی فلاح چاہتا ہے اور فلاح جہالت میں نہیں .... لہذا مذہب ہر دورِ جاہلی کی جہالت کو مٹانے کے درپے ہو جاتا ہے اور جب یہ جہالت مٹانے کے درپے ہوتا ہے تو یقیناً جاہلوں کا ساتھ نہیں دیتا بلکہ ان کی اصلاح کر کے انہیں ساتھ چلانے کی کوشش کرتا ہے اور اصلاح وہ چاہتے نہیں تو پھر وہ شور مچانے لگتے ہیں کہ مذہب نئے دور کا ساتھ دینے سے قاصر ہے۔

ایسے لوگوں نے مذہب کو شاید تھرمامیٹر یا مرغ بادنما سمجھ لیا ہے اور ان کا خیال ہے کہ مذہب کا کام یہ ہے کہ وہ ہر تغیر کا ساتھ دے اور ہر دور کا درجہ حرارت بتانے کا کام کرے جبکہ مذہب درجہ حرارت بتانے کا نہیں بلکہ درجہ حرارت بنانے قوموں میں حرارت پیدا کرنے اور انقلابات کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت پیدا کرتا ہے۔اس کا کام مرغ بادنما کی طرح ہواؤں کا رخ بتانا نہیں ہواؤں کا رخ متعین کرنے کا ہے۔ حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ جیسی مذہبی شخصیات اللہ تبارک وتعالی نے ہر دور میں پیدا کی ہیں جو اپنی خداداد صلاحیتوں سے قوموں کی رہنمائی کا فریضہ انجام دیتی رہی ہیں۔ ان کا کام ہر دور کی خرافات کو سند جواز فراہم کرنا اور اس پر اپنی مہر تصدیق ثبت کرنا نہیں ہوتا بلکہ ایسی فقہی شخصیات اپنی ذمہ داریوں سے آگاہ ہوتی ہیں اور وہ اپنے دور کی خرافات وخرافاتیوں کے خلاف شمشیر برہنہ ہو کر جہاد کرتی ہیں، یہ جہاد کبھی قلم سے ہوتا ہے، کبھی زبان سے تو کبھی میدان جہاد میں تلوار سے، ہمارے اسلاف کی تاریخ ایسی مثالوں سے پر ہے۔ضرورت اس امر کی ہے کہ آج کے نازک دور کے مفتیان کرام اپنی ذمہ داریوں کو سمجھیں، نئے دور کے تقاضوں پر نظر رکھیں، تیسیر کے اصول پر فتاوی دیں مگر بنیادی اصولوں پر کبھی سمجھوتہ نہ کریں، آج کے دور کے فتن میں سے ایک بڑا فتنہ سیم وزر کا لالچ ہے، غیر مسلم اقوام کے گماشتے، صیہونی ایجنٹ، اور گریٹر اسرائیل کے حامی ہر عالم ومفتی کے لئے بظاہر بڑے نرم مگر بباطن اتنے ہی شدید مخالف ہیں، وہ علماء عصر کو سونے چاندی اور جواہرات سے تولنے کے لئے تیار ہیں بشرطیکہ علماء ان کے ایجنڈے پر آجائیں۔ میں خراج تحسین پیش کرتا ہوں علماء وقت کو اور بالخصوص تنظیم المدارس اہل سنت کے اراکین کو کہ وہ ہر پیش کش ٹھکرا کر تا حال علم وعلماء کا وقار قائم رکھے ہوئے ہیں۔ ناروے وامریکہ کی ضیافتیں بھی انہیں جادہ مستقیم سے ہٹانے میں تا حال کامیاب نہیں ہوسکیں اور نہ کوئی منصب وعہدہ انہیں اسلاف کی ترجمانی کے حق سے

محروم کرسکا ہے۔

آج کی یہ فقیہ اعظم کانفرنس اس بات کی متقاضی ہے کہ حضرت فقیہ اعظم کے نقش قدم پر چلتے ہوئے فقہ اسلامی کی تشکیل جدید کا عمل جاری رکھا جائے، نت نئے مسائل پر گفتگو اور مذاکرات کے عمل کو تیز کیا جائے، نئے دور کے فقہی چیلنجز کو قبول کرنے کی بھرپور تیاری کی جائے اور اسلاف کی قائم کردہ روایات کو زندہ کیا جائے۔

حضرت علامہ مفتی محب اللہ نوری دامت برکاتہم العالیہ اور بزم غلامانِ فقیہ اعظم کو رب العالمین اجر جزیل عطا فرمائے کہ انہوں نے اس فقہی اجتماع کا اہتمام کیا اور ہمیں حضرت فقیہ اعظم کی مجلس میں مدعو کر کے اہل علم کی صحبت میں چند ساعتیں گزارنے کا موقع بخشا۔

اللہ تبارک وتعالی حضرت فقیہ اعظم کے افکار وآراء سے امت مسلمہ کو تا دیر مستفید و مستفیض ہونے کی توفیق عطا فرمائے اور حضرت کے تلامذہ و اخلاف کو فقہ اسلامی کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔

ایں دعاء ازمن وجملہ جہاں آمیں باد

تنظیم المدارس اہل سنت

کے کل پاکستان کنونشن ...... اور

قمر الاسلام گریجوایٹس ایسوسی ایشن کے ملک گیر کنونشن

کے انعقاد پر

مبارک باد

مجلس ادارت ☆ مجلہ فقہ اسلامی کراچی

☆من استعجل الشئی قبل اوانه عوقب مجرمانه☆